SHABANA PERVEEN
Asst. Professor
Vaishali Mahila College, Hajipur (B.B.A, Bihar University, Muzaffarpur)
B.A (H) Part I (Ghazal)
Topic:Mirza Ghalib

مرزا غالب

غالب نے اپنے بارے میں کہا تھا کہ:

ے میں عندلیب گلشن نا آفریدہ ہوں

یعنی میں ایسے چمن کی بلبل ہوں جس کے لئے اس کا گلشن ابھی تیار نہیں ہوا ہے۔ سو فیصد حقیقت پر مبنی تھا کیونکہ غالب جیسے عظیم شاعر کی قدر اور پذیرائی ان کی زندگی میں نہ ہو سکی جتنی قدر و منزلت کے وہ خواہاں تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ غالب کی شاعری عام ذہن کے سمجھنے سے بالاتر چیز تھی۔ ان کی شاعری میں عمیق مشاہدہ مشکل پسندی اور دشوار گزاری تھی اسے سمجھنے کے لئے ویسا ہی ماحول بھی ہونا چاہئے تھا لیکن وہ ماحول بننے میں ابھی مدت درکار تھی تبھی تو ایک شاعر نے غالب کی شاعری کے اوپر طنزاً یہ شعر لکھا تھا ۔

کلام میر سمجھے زباں مرزا سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھے یا خدا سمجھے

ڈیڑھ جز اس پر بھی مطلع ہے تو مقطع غائب
غالب آساں نہیں صاحب دیواں ہونا

لیکن غالب اپنے دھن کے اور لگن کے پکے تھے۔ وہ ستائش اور صلہ کی پروا کئے بغیر اپنے کام میں لگے رہے ۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
گر نہیں میرے اشعار میں معنی نہ سہی

اب آیئے ہم غالب کی شاعری کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ ان کی شاعری میں کون سی ایسی خوبی ہے جس نے انہیں بام عروج پر پہنچا دیا۔ غالب کی عظمت اور بزرگی کے قائل اور ان کے شاگرد رشید مولانا حالی نے یادگار غالب لکھ کر حق شاگردی ادا کر دیا اور بہت حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہیں کیونکہ ''یادگار غالب'' ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے

لیکن غالب کی عظمت اور بزرگی کو سمجھنے میں بجنوری کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنا مقالہ ''محاسن کلام غالب'' لکھ کر دنیا کے سامنے ان کی عظمت اور شان کا لوہا منوا دیا اور لوگوں کے سامنے غالب کی شاعری کے ایک ایک محاسن کو پیش کر کے لوگوں کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لوگوں کو یہ کہہ کر چونکا دیا کہ ''ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں۔ ''مقدس وید اور دیوان غالب'' اس کے علاوہ بڑے بڑے ماہرین واساتذہ نے غالب کے متعلق اپنی جن آرایوں کا اظہار کیا ہے وہ اردو کے کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہیں۔

''اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ ہندوستان کو مغلیہ سلطنت نے کیا دیا
تو میں بے تکلف تین نام لوں گا۔ ''غالب، اردو اور تاج محل''

(رشید احمد صدیقی)

دیوان غالب نے ہمیں صرف نئے زاویوں اور نئے انداز سے محسوس کرنا اور سوچنا ہی نہیں سکھایا ہے بلکہ ہمارا انداز فکر اور طرز نگارش بھی بدلا ہے۔ ان تمام باتوں سے غالب کی عظمت اور بلندی ظاہر ہوتی ہے لیکن ان کی شاعری کا مطالعہ کئے بغیر ہم ان کی بے پناہ مقبولیت کے اسباب کو نہیں سمجھ سکتے۔

(ا) نیرنگی: غالب کی شاعری میں سب سے پہلی چیز ہمیں اسی جانب متوجہ کرتی ہے وہ ان نیرنگی اور طرحداری ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے غالب کی اسی خصوصیت کے پیش نظر لکھا تھا:

''لوح سے تمت تک بہ مشکل سو صفحات ہوں گے کون سا نغمہ ہے جو
اس زندگی کے تاروں میں بیدار یا خوابیدہ نہیں ہے۔''

واقعی بجنوری کا یہ کہنا سو فیصد حقیقت پر مبنی ہے۔ غالب کے اشعار میں تصوف بھی ہے، فلسفہ بھی ہے، عشق و عاشقی کی باریک بینی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کے اشعار سے ہر طرح کا ذوق رکھنے والے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اس کا اندازہ ان کے اشعار سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے
جوش قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے

سفینہ جب کے کنارے پہ آ چکا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیئے

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

فلسفیانہ انداز: غالب چونکہ حساس دل اور ذہین شخص تھے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ آئندہ کیسا دور آنے والا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے سلطنت کی شان وشوکت کو بھی دیکھا اور مغلیہ تہذیب وسلطنت پہ خزاں چھائے بھی دیکھا۔ لہذا وہ سمجھ چکے تھے کہ آنے والا دوران کی قدر کرے گا اوران کی شاعری کی باریک بینیوں اور فلسفہ کو سمجھے گا۔ اس لئے انہوں نے سبھوں سے الگ اپنا راستہ چنا اور اپنی منزل کی جانب گامزن رہے۔ غالب کو اقبال کی طرح فلسفی شاعر تو نہیں کہا جاسکتا لیکن ان کا دماغ ایک فلسفی کا تھا اور ان ہی سب باتوں کے مدنظر گزرتے وقت کے ساتھ ان کی عظمت اور مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ غالب کو جدید نثر اور جدید نظم دونوں کا سب سے بڑا فنکار مانا جاتا ہے۔

(۲) انداز بیاں: غالب کے انداز بیان سے بھی اردو شاعری میں اہم اضافے ہوئے ہیں۔ دور جدید کے جتنے شعراء ہیں وہ غالب کے خوشہ چیں ہیں۔ اقبال جیسا عظیم شاعر بھی ان ہی کی شاعری کا مرہون منت ہے۔ غالب نے خود اپنے بارے میں دعویٰ کیا ہے ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

غالب کا یہ انداز بیان فارسی، عربی اور اردو الفاظ کے خوبصورت آہنگ سے ترکیب پایا ہے۔ اگر وہ طرز بیدل میں الجھے رہتے تو وہ ایک عظیم فنکار کبھی نہیں بن پاتے۔ اس کا اعتراف انہوں نے خود اپنے شعر میں کیا ہے ؎

طرز بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

غالب کی اکثر وبیشتر خوبصورت غزلیں اردو فارسی کے اسی حسین امتزاج سے آراستہ ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منھ میں زباں کیوں ہو

پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا
دل جگر تشنہ فریاد آیا

ہے بسکہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

(۴) طنز و مزاح: غالب نے اردو طنز و مزاح میں بھی اہم اضافے کیے۔ غالب کے قبل اردو طنز و مزاح پھکڑ پن اور ہجو گوئی سے زیادہ نہ تھا۔ غالب نے اس میں بھی اپنی ذہنی صلاحیت اور کاوش سے اسے دنیا کی بڑی سے بڑی زبانون کے مد مقابل کھڑا کر دیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

سفینہ جب کے کنارے پہ آچکا غالب
خدا سے کیا ستم وجور ناخدا کہیے

ان تمام چیزوں اور گفتگو سے غالب کی عظمت ظاہر ہو جاتی ہے۔ غالب کی اس مقبولیت اور عظمت کے پیش نظر ماہر غالبیات جناب مالک رام نے درست فرمایا ہے کہ ''اگر غالب نے اردو شاعری کو نئی شاہراہ پر نہ ڈال دیا ہوتا اور آزاد اور حالی نے اس پر سنگ میل نہ قائم کیے ہوتے تو اقبالؔ اقبال نہ ہوتے۔'' اور یہ بات سو فیصد درست ہے۔

☆☆☆